



اللہ کا گھر اور یہ درگاہیں

ایکس کیٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
ایم بی بی ایس (لکھنؤ)

فاضل علوم دینیہ (وفاق المدارس ملتان)
رابطہ کیلیے پتہ:

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجد توحید، توحید روڈ، کیمڑی، کراچی

فون: 2850510-2854484

www.emanekhalis.com, www.therealislam.net

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَالْحَمْدُ لَكَ

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ
شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ لَهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ
وَإَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

اما بعد: لوگو! کیا یہ جھکی ہوئی گردنیں یوں ہی جھکی رہیں گی؟ اور یہ ماتھے یوں ہی ٹھکرائے جائیں گے؟
ان منہوؤں پر اسی طرح تھوکا جائے گا؟ یہ بستیاں یوں ہی اجڑیں گی؟ نونہال اسی طرح چھیدے جاتے
رہیں گے؟ یہ آبرویوں ہی پامال اور خراب و خستہ رہے گی؟ سر چھپانے کو ایک آسرا نہ ملے گا؟ اور کیا تم دنیا
و آخرت دونوں کا سکون کھو دو گے؟ ہوشمندو! تم جس مالک پر ایمان لائے ہو، اس کا فرمانا تو یہ ہے کہ

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (ال عمران: ۱۳۹)

”تم ہی غالب رہو گے (سرفرازی اور کامرانی تمہارا حق ہے) بشرطیکہ تم مومن بن جاؤ۔“
اگر اس فرمان الہی کو حق مانتے ہو تو یہ بھی مانو کہ اب تم اس ایمان کے حامل نہیں رہے، جس ایمان سے دنیا اور
آخرت کی سربلندی اور تاجداری کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ثبوت درکار ہو تو ایک طرف مسجدوں میں جھانک کر دیکھو
اور دوسری طرف قبروں اور آستانوں پر عقیدت مندوں کے ہجوم کا مشاہدہ کرو۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح
سامنے آ جائے گی کہ عقیدت مندی کے ساتھ ساتھ دکان داری نے ایمان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ کیا کیا
گل کھلائے ہیں؟ ”بزرگوں اور اولیاء اللہ“ کی قبروں کی قیمت وصول کی جا رہی ہے اور من و سلویٰ سمجھ کر کھائی
جا رہی ہے۔ وہاں مجاورت اور قلندری ہے، سجدے اور طواف ہیں، رونا اور دھونا ہے، شیرینی اور چادریں
ہیں، چرس اور بھنگ ہے، عریانی اور فحاشی ہے، گانا اور بجانا ہے، عرس اور میلے ہیں، ٹنٹیں اور مرادیں ہیں،
تبرک اور چڑھاوے ہیں..... غرض ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی محمد ﷺ نے
منع فرمایا تھا اور جس میں مبتلا ہونے والوں کو دنیا میں ذلت اور آخرت میں جہنم کی آگ سے ڈرایا تھا:

عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَا وَانَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ
أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ إِلَّا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ

(مسلم: کتاب المساجد)

جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”لوگو! کان کھول
کر سن لو کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں، انہوں نے اپنے انبیاء اور اپنے اولیاء کی قبروں کو عبادت
گاہ اور سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ سنو! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں اس فعل سے تم کو منع کرتا ہوں۔“
قرآن کریم میں اس فعل شنیع سے روکنے کے لیے کس قدر بلیغ اور علمی بیان آیا ہے:

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۖ أَمْوَاتٌ غَيْرُ

أَحْيَاءُ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ إِنْ يَكُنْ يُبْعَثُونَ (النحل: ۲۰، ۲۱)

”اور اللہ کے علاوہ وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی کے لیے) پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو یہ تک معلوم نہیں ہے کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا۔“

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں خاص طور پر جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جا رہی ہے وہ نہ تو بت ہو سکتے ہیں اور نہ شیطان اور فرشتے، بلکہ صاف صاف مراد قبر والوں سے ہے کیوں کہ شیطان اور فرشتے تو زندہ ہیں۔ ان پر اَمَوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءِ (مردے ہیں نہ کہ زندہ) کا اطلاق ممکن نہیں۔ رہے لکڑی اور پتھر کے بت تو ان کے لیے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لامحالہ وَمَا يَشْعُرُونَ اَيَّانَ يُبْعَثُونَ (ان کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ انہیں کب دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا) سے مراد انبیاء، شہداء، صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہو سکتے ہیں جن کو ان کے معتقدین دشگیر، داتا، گنج بخش، مشکل کشا، فریادرس، غریب نواز اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر حاجت روائی کے لیے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ملک عرب میں اس طرح کے معبود نہیں پائے جاتے تھے، تو یہ اس کی تاریخ سے ناواقفیت کا کھلا ثبوت ہے کیونکہ ہر تاریخ دان جانتا ہے کہ عرب میں متعدد قبائل مثلاً ربیعہ، غسان، کلب، تغلب، قضاعہ، کنانہ، حرث، کعب، کندہ وغیرہ میں کثرت سے عیسائی اور یہودی پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں مذاہب انبیاء، اولیاء اور شہداء کی پرستش سے بری طرح آلودہ تھے اور اسی طرح مشرکین کے بہت سے معبود گزرے ہوئے انسان ہی تو تھے، جنہیں بعد کی نسلوں نے الہ بنا لیا تھا۔ بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر، یہ سب اولیا اللہ تھے جنہیں بعد کے لوگ الہ بنا کر پوجنے لگے۔ بعض ان کی قبروں سے وابستہ ہو گئے اور بعض نے ان کے مجسمے اور بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا۔ عرب میں بھی ان کی خوب پوجا ہو رہی تھی۔ اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ اساف اور نائلہ دونوں انسان ہی تھے۔ (ماخوذ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا (سورة نوح: ۲۳)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے قول ”اور (قوم نوح علیہ السلام کے سرداروں نے) کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور دیکھو ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر سے ہرگز الگ نہ ہونا“ کے بارے میں روایت کیا:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ هَؤُلَاءِ كَانُوا قَوْمًا صَالِحِينَ فِي قَوْمِ نُوحٍ فَلَمَّا مَاتُوا عَكِفُوا عَلَى قُبُورِهِمْ ثُمَّ صَوَّرُوا تَمَاتِيلَهُمْ فَعَبَدُوهُمْ ثُمَّ صَارَتْ هَذِهِ الْاَوْثَانُ فِي قِبَائِلِ الْعَرَبِ

(مستفاض من كتب التفسير والبخاری)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ سب (ود، سواع وغیرہ) قوم نوح (علیہ السلام) کے اولیاء اللہ تھے۔ جب وہ مر گئے تو لوگ ان کی قبروں سے وابستہ ہو گئے، پھر ان کی تمثیلیں بنالیں اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ پھر یہی بت عرب کے قبائل میں پھیل گئے۔

یہی بات قرآن کریم میں پروردگار عالم نے ارشاد فرمائی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادُ أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (الاعراف: ۱۹۲)

”تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو وہ تو محض اللہ کے بندے ہیں جیسے تم بندے ہو۔ ان سے دعائیں مانگ دیکھو، یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں اگر انکے بارے میں تمہارے خیالات صحیح ہیں۔“
معلوم ہوا کہ نعرہ رسالت ”یا رسول اللہ“، نعرہ حیدری ”یا علی“ اور نعرہ غوثیہ سارے کے سارے نعرے مسلمان اور مومن کے بہر حال نہیں ہیں۔ مومن کا تو ایک ہی نعرہ ”اللہ اکبر“ ہے۔ یہی نعرہ نبی ﷺ اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لگایا ہے۔

آج اس امت پر نگاہ ڈالیں تو یہی نقشہ نظر کے سامنے ہوگا: کہیں کوئی قبر مسجودِ خلاق ہے؛ کہیں کوئی آستانہ ہے، جس کی چوکھٹ پر جبین سائی کی جارہی ہے؛ کسی کو دستگیر، کسی کو غوث، کسی کو مشکل کشا پکارا جا رہا ہے اور وہ گھر جہاں پیشانیوں کو جھکنا چاہیے تھا، خالی پڑے ہیں۔ اور اس ذات کے ساتھ، جو صحیح معنوں میں دستگیر، مشکل کشا اور حاجت روا ہے، یوں شریک ٹھہرائے جا رہے ہیں! اب اگر مالک کائنات کا غصہ اس امت پر نہ بھڑکے اور وہ اس کے عذاب کے کوڑے کی مستحق نہ ٹھہرے تو اور کیا ہو؟ پروردگار عالم کو سب سے زیادہ نفرت اس بات سے ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا جائے، یا اس کو چھوڑ کر کسی اور کو حاجت روا اور مشکل کشا مان لیا جائے۔ اس بات کو کہیں وہ ظلمِ عظیم کا نام دیتا ہے جیسے سورہ لقمان میں ہے کہ **إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ** (آیت ۱۳) ”حق یہ ہے کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے“ اور کہیں مالک شرک کو گالی سے تعبیر کرتا ہے جیسے کہ بخاری (کتاب بدء الخلق) کی روایت میں ہے: **إِبْنُ آدَمَ شَتَمَنِي** ”ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے“۔ حد یہ ہے کہ جو شخص بھی اس نجاست میں لت پت ہو کر بغیر توبہ کے مرجائے اس کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہ کرے گا اور وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا چاہے اس نے نمازوں پر نمازیں پڑھی ہوں، روزوں پر روزے رکھے ہوں اور حج پر حج کیے ہوں۔ قرآن کی بے شمار آیتیں اس پر گواہ ہیں:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (النساء: ۱۱۶)

”اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے۔ اس کے سوا سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جس کو وہ معاف کرنا چاہے۔“
شرک سے اللہ تعالیٰ اس قدر بیزار ہے کہ سورہ انعام میں اٹھارہ برگزیدہ انبیاء کے فضائل کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ اگر ان میں سے کہیں کوئی شرک کر بیٹھتا تو اس کے سارے اعمال غارت ہو جاتے:

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام: ۸۸)

”لیکن اگر کہیں ان لوگوں (انبیاء) نے شرک کیا ہوتا تو ان سب کا کیا کرایا غارت ہو جاتا۔“
خود نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو اور تم سے پہلے گزرے ہوئے سارے انبیاء کو وحی بھیج کر بتلایا گیا ہے کہ

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الزمر: ۲۵)

”اگر (بفرض محال) تم نے شرک کیا تو تمہارا سرمایہ عمل ضائع ہو جائے گا اور تم دیوالیہ ہو جاؤ گے۔“
چھپلی امتوں کو شرک کی لعنت میں مبتلا کرنے میں قبروں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے شروع میں لوگوں کو قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا۔ پھر جب اجازت دی تو اس کے ساتھ یہ پابندی لگا دی کہ کچھ مانگنے کے لیے نہیں بلکہ عبرت حاصل کرنے کے لیے جاؤ، آخرت کو یاد کرنے اور

دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنے کے لیے جاؤ:

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فزُورُهَا فَإِنَّهَا تُزْهِدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ (ابن ماجہ کتاب الجنائز: وفي المسلم تذکر الموت، مشکوة صفحہ ۱۵۴)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”لوگو! میں نے تم کو قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا لیکن اب اجازت دیتا ہوں کیونکہ قبروں کو دیکھ کر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے (اور مسلم کتاب الجنائز کی روایت میں ہے کہ یہ قبریں موت یاد دلاتی ہیں)۔

اور اس کام کے لیے اولیاء اللہ کی قبریں مخصوص نہیں بلکہ مشرک تک کی قبر کی زیارت کی اجازت ہے اور اسی لیے امام نسائی اور ابن ماجہ نے زیارۃ قبر المشرک کا باب باندھا ہے اور اس کے بعد وہ نبی ﷺ کا اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت چاہنے کا واقعہ لائے ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنی ماں کے لیے مغفرت کی دعا مانگنے کی اجازت نہیں دی مگر قبر کی زیارت کی اجازت دے دی۔ اور قبر پر پہنچ کر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کی یاد دلاتی ہے (نسائی: کتاب الجنائز)۔

صاف ظاہر ہے کہ عبرت کے لیے گور غریباں ہی موزوں ہو سکتی ہے نہ کہ سنگ مرمر کی تراشی ہوئی عمارتیں، جہاں پھولوں کی بارش ہو رہی ہو، اور جہاں کی ہوائیں خوشبوؤں سے بوجھل ہوں۔ زبان نبوت نے قبروں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

قبروں کو پختہ نہ بنایا جائے | عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ (رواہ مسلم / مشکوة، صفحہ ۱۴۸)

”جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا اور اس سے بھی کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنائی جائے یا قبر پر بیٹھا جائے۔“

نبی ﷺ نے قبروں کو بلند کرنے سے بھی منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ قبریں زمین کے برابر ہونی چاہئیں۔

قبریں زمین کے برابر ہوں | عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شَفِيٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بَارِضِ رُومٍ بَرُودُسٍ فَتَوَفَّى صَاحِبٌ لَنَا فَأَمَرَ فَضَالَةُ بِقَبْرِهِ

فَسَوَّى ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُ بِتَسْوِئَتِهَا (مسلم: کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۳۵، طبع مصر)

”ثمامہ بن شفی روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ارض روم کے جزیرہ

رودس (RHODES) میں تھے کہ ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا۔ فضالہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم

ان کی قبر کو برابر کر دیں، پھر فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو ایسا ہی حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔“

نبی ﷺ کو اونچی قبریں اور ان پر بنی ہوئی عمارتیں اس قدر ناپسند تھیں کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے خاص طور پر بھیجا کہ وہ ان کی بلندی کو مٹا دے۔

یا۔

اوپنی قبر برابر کر دی جا۔ | عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ، قَالَ لِي عَلِيٌّ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ لَا تَدْعُ تَمْثَالًا

الْأَطْمَسَتْهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ (مسلم: کتاب الجنائز، مشکوٰۃ، صفحہ ۲۸)

”ابوالہیاج اسدی روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالہیاج! کیا میں تم کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا؟ اور وہ کام یہ ہے کہ جاؤ اور جو تصویر تم کو نظر آئے اس کو مٹا دو اور جو قبر اونچی ملے اسے برابر کر دو۔“

امام شافعی اپنی کتاب الام میں لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کے علماء قبروں پر بنی ہوئی عمارت کو گرا دینے کا حکم دیتے تھے (شرح مسلم للنووی: جلد ۷، صفحہ ۳۷، طبع مصر)۔

یہ حدیث سننے کے بعد بعض ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر اس

گنبد خضر کی تاریخ

حدیث کا یہی منشاء ہے تو خود قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قبہ گنبد خضراء کیسے وجود میں آیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقریباً سات سو سال تک قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی عمارت نہیں تھی، پھر ۶۷۸ھ میں منصور بن قلاوون صالحی (بادشاہ مصر) نے کمال احمد بن برہان عبدالقوی کے مشورہ سے لکڑی کا ایک جنگلہ بنوایا اور اسے حجرہ کی چھت پر لگا دیا۔ اور اس کا نام ”قبہ رزاق“ پڑ گیا۔ اس وقت کے علماء ہر چند کہ اس صاحب اقتدار کو نہ روک سکے، مگر انہوں نے اس کام کو بہت برا سمجھا۔ اور جب یہ مشورہ دینے والا کمال احمد معزول کیا گیا تو لوگوں نے اس کی معزولی کو اللہ کی طرف سے اس کے اس فعل کی پاداش شمار کیا۔ پھر الملک الناصر حسن بن محمد قلاوون نے اور اس کے بعد ۶۷۵ھ میں الملک الاشرف شعبان بن حسین بن محمد نے اس میں تعمیری اضافے کیے یہاں تک کہ موجودہ تعمیر عمل میں آئی۔ (وفاء الوفا للسمہودی: جلد ۱، صفحہ ۲۳۵-۲۳۶)

مناسب ہے کہ اس سلسلہ میں فقہاء کا بھی مسلک نقل کر دیا جائے۔ مسلک احناف کے سب سے معتبر فقیہ علامہ شامی لکھتے ہیں: وَأَمَّا الْبِنَاءُ عَلَيْهِ فَلَمْ أَرَ مَنْ إِخْنَارَ جَوَازُهُ

”میری نظر میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس نے قبر پر عمارت بنانے کو جائز کہا ہو۔“

پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بیان کرتے ہیں:

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ يَكْرَهُ أَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ بِنَاءٌ مِنْ بَيْتٍ أَوْ قُبَّةٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ لِمَا رَوَى جَابِرٌ

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ تَجْصِيسِ الْقُبُورِ وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهَا

(شامی: جلد ۱، صفحہ ۸۳۹، مطبوعہ استنبول)

”امام ابو حنیفہ نے قبر پر کوئی عمارت مثلاً گھر، قبہ وغیرہ بنانے سے منع کیا ہے کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت آئی ہے کہ قبر کو پختہ بنایا جائے، اس پر کتبہ لگایا جائے یا اس پر عمارت تعمیر کی جائے۔“

زیارت قبور کی اجازت کی غرض | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قبروں پر جانے کی اجازت دی، اس وقت یہ بھی بتا دیا کہ قبروں پر کچھ لینے کی غرض سے نہ جاؤ بلکہ کچھ دینے

کے لیے جاؤ۔ اور دینا یہ ہے کہ قبر والوں کے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب سے سلامتی میں رکھے

اور ان کے اور تمہارے اپنے گناہ معاف کر دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر والوں کے لیے یہ دعا تعلیم فرمائی:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْآثَرِ (ترمذی: کتاب الجنائز)

”اے قبروں کے باسیو! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف فرمائے اور تمہیں بھی۔ تم ہم سے پہلے جا چکے ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔“

بالکل یہی معاملہ نبی ﷺ کے حکم کے بموجب ہم اپنے ہر مرنے والے کے ساتھ کرتے ہیں، چاہے وہ ایک عام گنہگار مسلمان ہو اور چاہے کوئی اللہ کا ولی؛ اس کا جنازہ ہمارے سامنے ہوتا ہے اور ہم صف باندھے دعا کر رہے ہوتے ہیں کہ:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَ اُنْشَا الخ
(ابوداؤد، نسائی و ترمذی: کتاب الجنائز)

”اے اللہ معاف فرما دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو، ہمارے حاضرین کو اور ہمارے غائبوں کو، ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو، ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو.....“
آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ زمین کے باہر تو ہم اپنے مرنے والوں کے لیے دعا کر رہے ہوں، مگر جب وہ زمین کے اندر اتر جائیں تو ہمارے حاجت روا مشکل کشا بن جائیں!

تاویلات اور معذرتیں | لوگوں کو جب سمجھایا جاتا ہے کہ جس کو تم ولی اللہ سمجھتے ہو، اس کی قبر کے پاس پہنچ کر اس قدر خوفزدہ اور بدحواس کیوں ہو جاتے ہو کہ کبھی قبر کے پاس جھکے جا رہے ہو، کبھی قبر کو ہاتھ لگا کر اس کی خاک بدن پر ملتے ہو، کبھی اس کا طواف کرتے ہو، کبھی ہاتھ باندھے اس کے پاس اپنی پٹائیں بیان کر رہے ہوتے ہو، کبھی صاحب قبر کی دہائی دیتے ہو، کبھی نذر و نیاز اور چڑھاوے پر اتر آتے ہو، کبھی منتیں مانتے ہو کہ اولاد ہو جائے تو یہ نذر کروں گا، بیماری چلی جائے تو یہ خدمت بجالاؤں گا؛ واپس ہونے لگتے ہو تو اٹے پیروں چلتے ہو کہ قبر کی طرف پیٹھ نہ ہونے پائے، قبر کے قریب یا دور جہاں سے بھی گزر و قبر کا رخ کر کے سلام کرتے ہو اور اس میں برکت جانتے ہو اور ایسا نہ کرنے پر سخت مشکل میں پڑ جانے کا دھڑکا تمہیں لگا رہتا ہے، اولاد نہ ہو تو نہلا دھلا کر لاتے ہو اور فرش پر ڈال دیتے ہو، دولہا کو نکاح کے واسطے لیے جا رہے ہوتے ہو تو پہلے قبر پر حاضری دیتے ہو..... آخر یہ سب کیوں کرتے ہو؟ کیا یہ غیر اللہ کی پرستش اور پوجا نہیں ہے؟ اور کیا کسی ایک ولی اللہ نے بھی اس بات کا حکم دیا ہے؟ ولی اللہ تو نمازیں پڑھنے والے، روزے رکھنے والے، اللہ سے ڈرنے والے اور اللہ ہی کو پکارنے والے ہوتے ہیں؛ وہ یہ بات کیسے پسند کر سکتے تھے کہ تم یہ کام کرنے کے بجائے ان کو پکارو، ان سے مانگو؟ ان کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ شان بیان کی ہے:

اولیاء اللہ کون ہیں؟ | اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَآخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ (سورۃ یونس: ۶۲، ۶۳)

”سنو! جو اللہ کے اولیاء ہیں، ان کے لیے کسی خوف و رنج کا موقع نہیں۔ اولیاء وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور جو اللہ سے ڈرنے والے تھے۔“

اس آیت سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ اولیاء اللہ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں؟
اولیاء اللہ کے دشمن کون ہیں؟ | اولیاء اللہ کے دشمن وہ نہیں جو ان کی صحیح پیروی کرتے ہیں، ان کے نقش قدم کو نگاہ میں رکھتے ہوئے چلتے ہیں، ان کو ان کا اصلی مقام

دیتے ہیں..... بلکہ ان کے دشمن وہ ہیں جو ان کی قبروں کو پختہ کرتے ہیں؛ ان پر قبے بنا کر عرس، میلے، بھجن اور قوالیاں شروع کر دیتے ہیں؛ مشکل میں ان کو پکارتے ہیں اور ان کی نذر و نیاز کر کے ان کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کھول کھول کر اولیاء اللہ کے ان دشمنوں کا پتہ بتلایا ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ (الاحقاف: ۲۰، ۲۱)

یعنی اس شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو آواز دے حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔ ہاں، قیامت کے دن جب سب لوگ جمع کیے جائیں گے (اور ان اولیاء اللہ کو اپنے پیجاریوں کی حرکات سے باخبر کیا جائے گا) تو یہ (اولیاء اللہ) ان (پیجاریوں کے) دشمن بن جائیں گے اور ان کی پوجا پاٹ کا شدت کے ساتھ انکار کر دیں گے۔“

معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے اصلی دشمن وہ لوگ ہیں جو ان کو الوہیت میں شریک ٹھہرا کر ان کے گھروں (قبروں) کو اللہ کے گھر (خانہ کعبہ) کی طرح مقدس بنا لیتے ہیں اور ان کے ساتھ بالکل وہی معاملہ کرتے ہیں جو صرف اللہ کے گھر کے ساتھ کیا جانا چاہیے: ہر سال حج کے دن کی طرح عرس کا دن مقرر کیا جاتا ہے؛ احرام کی جگہ ننگے سر یا ننگے پیر چلنے کی قید لگائی جاتی ہے؛ لبیک اللہم لبیک..... کے مقابلہ میں باہو، حق باہو، بیشک باہو کا نعرہ لگتا ہے؛ غلاف کعبہ کی طرح قبر کی چادر کا انتظام ہوتا ہے؛ حجر اسود کے بوسہ کی جگہ قبر کے سر ہانے یا پابنتی کے پتھر کو چوما جاتا ہے؛ طواف کعبہ کے بدلے قبر کے پھیرے لگتے ہیں؛ سجدے اور رکوع ہوتے ہیں؛ دعائیں اور مناجاتیں کی جاتی ہیں؛ ملتزم کی طرح ڈیوڑھی اور دروازہ سے چمٹا جاتا ہے؛ بابا کی بیٹھک سے ان کی قبر تک دوڑ لگا کر سعی صفا و مروہ کا حق ادا کیا جاتا ہے؛ زمزم کی جگہ قبر کے دھوون کے ”مبارک“ پانی کو جمع کر کے تبرک بنایا جاتا ہے؛ ہدی کے بجائے حضرت کی نذر کا بکرا اور اونٹ ساتھ آتا ہے..... غرض آج ہر طرف اور ہر جگہ ان نقلی کعبوں کی دھوم مچی ہوئی ہے اور خلقت ہے کہ ٹوٹی پڑتی ہے!

کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اللہ کو ایک اور اکیلا مالک ماننے والی اس امت میں، جس کی بندگی کی ہر خواہش کی تکمیل کے لیے اس نے اپنا گھر مہیا فرما دیا تھا، آخر یہ سب کیوں اور کیسے ہو گیا؟ تو جواب صاف ہے کہ ایک مدت گزر جانے کے بعد فن دینداری کے ماہروں نے اپنا پیشہ چمکانے کے لیے ہندوؤں کی طرح دیوتاؤں اور دیویوں کی فوج تیار کر کے ان کے گرد ایک عظیم الشان دیو مالا کا تانا بانا بن دیا؛ پھر اسلامی کاشی اور متھرا وجود میں آئے اور مسلمان گنیشوں اور مرلیوں نے جنم لیا؛ کھڑے پتھروں کی جگہ پڑے پتھروں نے قبروں کی شکل میں اپنے استھان بنائے اور درشن کا نام بدل کر زیارت رکھا گیا، پرنام کی جگہ سلام نے لے لی، ڈنڈوت نے سجدہ تعظیمی کا جامہ پہنا، پھیروں کے بجائے طواف ہونے لگے، پرشاد تبرک بن گیا، بھجن نے قوالی کا روپ دھار لیا..... اور یہ موجودہ دین و جود میں آیا۔ پھر ہزاروں قیدی بنے، لاکھوں کی عصمتیں برباد ہوئیں، لا تعداد لاشے تڑپے، نونہالوں کا خون چوس چوس کر یہ دھرتی سیراب ہوئی، مگر اس نئے دین کی بہاروں کا ایک پھول نہ کھلایا! آئیے، آگے بڑھیے اور امت کو موجودہ روش کی بد انجامی سے باخبر کیجیے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور آج کے بھٹکے ہوؤں کو ایمان خالص سے سرفراز فرما کر رنگ جہاں بدل ڈالے۔

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں، اور نہ کسی پران کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں پابندی لگاتے ہیں